یہی ہے آرزو تعلیمِ قرآں عام ہو جائے
ہر اِک پرچم سے اونچا پرچمِ اسلام ہو جائے

ماہنامہ

فیضانِ حیدرِ کرّار کرم اللہ وجہہ الکریم

بالاکوٹ

شوال المکرم ۱۴۴۴ ہجری / مئی ۲۰۲۳ء



شمارہ نمبر: 4

مدیرِ اعلیٰ

سید فرحان فضیلت شاہ کاظمی مشہدی ابو حنظلہ

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اے شافعِ اُمَم شہِ ذی جاہ لے خبر
لِلّٰہ لے خبر مری لِلّٰہ لے خبر

دریا کا جوش، ناؤ نہ بیڑا نہ ناخدا
میں ڈوبا، تو کہاں ہے مرے شاہ لے خبر

منزل کڑی ہے رات اندھیری میں نابلد
اے خضر لے خبر مری اے ماہ لے خبر

پہنچے پہنچنے والے تو منزل مگر شہا
اُن کی جو تھک کے بیٹھے سرِ راہ لے خبر

وہ سختیاں سوال کی وہ صورتیں مہیب
اے غمزدوں کے حال سے آگاہ لے خبر

مجرم کو بارگاہِ عدالت میں لائے ہیں
تکتا ہے بے کسی میں تری راہ لے خبر

اہلِ عمل کو اُن کے عمل کام آئیں گے
میرا ہے کون تیرے سوا آہ لے خبر

مانا کہ سخت مجرم و ناکارہ ہے رضا
تیرا ہی تو ہے بندۂ درگاہ لے خبر

اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

منقبتِ سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ

رکھتے ہیں کیا نرالا رتبہ امیر حمزہ
ہیں تاجدارِ مُلکِ شُہدَاء امیر حمزہ

گلزارِ مُطّلِبؑ کی خوشبو ہے اُن کی ہستی
ہیں نسلِ ہاشمی میں یکتا امیر حمزہ

ظلمت کدوں میں دیکھے نورِ خدا کے جلوے
صد مرحبا ہیں کیسے بینا امیر حمزہ

سمجھیں تو کیسے سمجھیں جانیں تو کیسے جانیں
حدِّ شعور سے ہیں بالا امیر حمزہ

ہم کارزارِ عالم میں فتح یاب ہونگے
دے دیں ہمیں گر اپنا صدقہ امیر حمزہ

اہلِ نظر ہوں یا پھر ہوں اہلِ دل سبھی کے
آقا امیر حمزہ مولیٰ امیر حمزہ

لِلّٰہ اس کو یکجا اپنے کرم سے کیجے
شیرازہ دین کا ہے بکھرا امیر حمزہ

مرتے نہیں ہیں فاؔضل آقا پہ مرنے والے
ہیں آج بھی لحد میں زندہ امیر حمزہ

فاضلؔ میسوری

درسِ قرآن مجید

عنوان فضائلِ قرآن

علامہ غلام غوث بغدادی رضوی

قرآن مجید فرقان حمید اللہ رب العالمین کی وہ مبارک کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کی ہدایت و راہنمائی کے لیے اپنے حبیب اکرم رحمت عالم سید انبیاء محمد مصطفےٰ ﷺ پر نازل فرمائی۔ قرآن کریم میں ایک سو چودہ (114) سورتیں ہیں جن میں اٹھائیس (28) مکی ہیں اور چھیاسی (86) مدنی ہیں (جو ہجرت سے پہلے نازل ہوئیں انہیں مکی سورت اور جو ہجرت کے بعد نازل ہوئیں انہیں مدنی سورت کہتے ہیں)۔ قرآن میں سات (7) منزلیں، تیس (30) پارے اور پانچ سو چالیس (540) رکوع ہیں۔

جس طرح یہ کتاب مقدس تمام علوم کی جامع ہے اسی طرح اس کا ایک ایک کلمہ اور ایک ایک حرف بے انتہا برکتوں کا سرچشمہ ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِّنْ كِتَابِ اللّٰهِ فَلَهٗ بِهٖ حَسَنَةٌ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا

جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھا، اس کے لیے ایک نیکی ہے اور ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہے۔ (ترمذی)

سید عالم ﷺ نے فرمایا: اقْرَءُوا الْقُرْآنَ فَإِنَّهٗ يَأْتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَفِيْعًا لِّأَصْحَابِهٖ قرآن پڑھا کرو کیونکہ وہ بروز قیامت اپنے پڑھنے والوں کی شفاعت کرے گا۔

(مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین، باب فضل قراۃ القرآن و سورۃ البقرۃ)

حدیث: نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ جس شخص کو قرآن اور میرا ذکر ایسا مشغول کرے کہ وہ مجھ سے مانگنے اور سوال کرنے کی فرصت بھی نہ پائے تو میں اس کو مانگنے والوں سے زیادہ دیتا ہوں۔

حدیث: جس گھر میں قرآن پڑھا جاتا ہے، وہ اہل آسمان کے لیے ایسی زینت ہوتا ہے جیسے ستارے زمین والوں کے لیے۔ (بیہقی)

سید عالم ﷺ نے فرمایا:

خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهٗ

ترجمہ: تم میں بہتر وہ ہے جس نے قرآن سیکھا اور سکھایا۔

(بخاری، کتاب فضائل القرآن باب خیرکم من تعلم القرآن وعلمہ)

حدیث: اپنے مکانوں کو نماز سے اور قرآن کریم کی قرات سے منور کرو۔

حدیث: میری امت کی بہترین عبادت قرآن کی قرأت ہے۔ (بیہقی)

قرآن پاک کی قرأت

تجوید کی رعایت قرآن کریم میں بہت ضروری ہے۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن کو تجوید سے ادا کرو۔ قرّاء کا قول ہے کہ تجوید یعنی حروف کو ان کے صحیح مخارج سے جیسا چاہیے ویسا ادا کرنا یہ قرآن کی زینت ہے۔

قرآن کریم پڑھنے کا طریقہ

قرآت میں ترتیل (یعنی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا) سنت ہے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح قرأت فرماتے تھے کہ ایک ایک حرف صاف معلوم ہوتا تھا (ابوداؤد)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن شریف جب دل میں اترتا ہے تو اُس میں جمتا ہے اور نفع دیتا ہے (بخاری و مسلم)

حدیث میں ہے کہ روز قیامت قاری قرآن سے کہا جائے گا کہ قرآن پڑھتا جا اور درجات میں ترقی کرتا چلا جا اور جس سکون اور اطمینان کے ساتھ دنیا میں آہستہ آہستہ پڑھتا تھا ویسا ہی پڑھ، پڑھتے پڑھتے جہاں تک پہنچے گا وہ سب ملک تجھے عطا کیا جائے گا۔ قرآن کو غور و فکر کیساتھ سمجھ کر پڑھنا اور اس کے معنی پر نظر رکھنا سب سے زیادہ اہم اور ضروری ہے۔ اسی سے شرح صدر اور نورانیت قلب حاصل ہوتی ہے اور معنی پر نظر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ جو پڑھتا ہے اُس کے معنی سمجھے اور امر (یعنی جس کام کے کرنے کا حکم دیا گیا) اور نہی (یعنی جس کام سے رکنے کا حکم دیا گیا اُس) میں غور کرے دل میں اُس کے ماننے اور اطاعت کرنے کا اعتقاد جمائے اور گزرے ہوئے زمانے میں جو کوتاہی ہوئی ہو اس سے استغفار کرے جب آیت رحمت آئے تو خوش ہو اور اللہ تعالیٰ سے رحمت طلب کرے اور جب آیت عذاب آئے تو ڈرے اور اُس سے پناہ مانگے۔

مسئلہ: قرآن کریم میں دیکھ کر پڑھنا بغیر دیکھے پڑھنے سے افضل ہے کیونکہ قرآن کریم کا دیکھنا بھی عبادت ہے۔

باادب بانصیب

قرآن کریم کی قرآت کو کسی سے بات کرنے کے لیے قطع کرنا مکروہ ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما قرآن کریم کی قرآت کے دوران کلام نہ فرماتے تھے جب تک فارغ نہ ہو جاتے کسی سے بات نہ کرتے۔

"قرآن مجید ماہر استاذ کے زیر نگرانی سمجھنا چاہیے"

امام مجاہد بیان کرتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کیساتھ تین مرتبہ قرآن مجید کا دور کیا ہے اور ہر ایک آیت پر رک کر اُن سے دریافت کیا ہے کہ یہ آیت کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔
(سنن دارمی، کتاب: باب الطھارۃ، حدیث نمبر: 1100)

"کچھ نہ کچھ قرآن کا حصہ زبانی یاد کرنا چاہیے"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے دل میں قرآن موجود نہ ہو اس کی مثال ویران گھر کی طرح ہے۔ [سنن دارمی: حدیث نمبر: 3172]

"قرآن سیکھنے سے پہلے درست عقیدہ سیکھنا ضروری ہے"

سیدنا حضرت جندب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے فرمایا: ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ نصیب ہوا جب کہ ہم بھرپور جوان تھے، تو ہم نے قرآن مجید کا علم حاصل کرنے سے پہلے ایمان (درست عقیدہ) سیکھا، پھر ہم نے قرآن سیکھا تو اس سے ہمارے ایمان میں اضافہ ہو گیا۔ [سنن ابن ماجہ: 61]

درسِ حدیث شریف

عنوان

حسنِ خاتمہ

مفتی سید زین العابدین شاہ

لَكَ الْحَمْدُ يَا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ

عَلٰی سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ اَمَّا بَعْدُ !

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ

یقیناً (اچھے اور برے) اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔

[كِتَابُ الْقَدَرِ: بَابٌ: اَلْعَمَلُ بِالْخَوَاتِيْمِ رقم: 6607]

عزیز بھائیو! یہ روایت آپ ﷺ کے جوامع الکلم میں سے ہے اس روایت کے مضمون میں غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان چند الفاظ میں آپ ﷺ نے انسان کی زندگی میں کیے جانے والے تمام احوال کو بیان کرکے سمندر کو کوزے میں بند کر دیا ہے۔

اس حدیث شریف کے اندر آپ ﷺ نے گویا کہ ہمیں نصیحت فرمائی ہے کہ ہم کسی کے برے اعمال کو دیکھ کر اس کے یقینی طور پر جہنمی ہونے کا فیصلہ نہ کرلیں، ممکن ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے ایسے اعمال کی توفیق عطا فرمادے کہ جن سے وہ راضی ہو جائے اور وہ ان اعمال صالحہ کی بدولت اپنے فضل سے اس آدمی کو جنت کا راہی بنادے۔

اسی طرح کسی بھی شخص کے نہایت نیک اعمال کو دیکھ کر ہمیں قطعی طور پر یہ فیصلہ نہیں کرلینا چاہیے کہ یہ شخص ضرور بضرور جنتی ہی ہے بلکہ نیک کاموں میں اس برگزیدہ بندے کی حمایت کریں گے اور خود اچھی باتوں کو تسلیم کرکے ان پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کریں گے اپنا اور اس بزرگ کا حسنِ انجام اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ذمۂ کرم پر چھوڑ دیں گے۔

کیونکہ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نہایت اچھے اعمال کرتا رہتا ہے لیکن اس کا باطن اور دل اخلاص سے خالی ہوتا ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی اس ریاکاری پر گرفت فرمالیتا ہے اور وہ جنتیوں والے اعمال کرتے کرتے جہنّم کا ایندھن بن جاتا ہے، تفصیل کے ساتھ یہی روایت صحیح بخاری شریف میں یوں ہے:

ابو حازم نے بیان کیا اور ان کو سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ ایک شخص جو مسلمانوں کی طرف سے بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا اور اس غزوہ میں نبی کریم ﷺ بھی موجود تھے۔

آنحضرت ﷺ نے دیکھا اور فرمایا کہ جو کسی جہنمی شخص کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے چنانچہ وہ شخص جب اسی طرح لڑنے میں مصروف تھا اور مشرکین کو اپنی بہادری کی وجہ سے سخت تر تکالیف میں مبتلا کر رہا تھا تو ایک مسلمان اسکے پیچھے پیچھے چلا۔

آخر وہ شخص زخمی ہو گیا اور جلدی سے مرجانا چاہا۔ اس لیے اس نے اپنی تلوار کی دھار اپنے سینے پہ لگا کر اس پہ وزن ڈالا تو تلوار اسکے شانوں کو پار کرتی ہوئی نکل گئی اسکے بعد پیچھا کرنے والا شخص آپ ﷺ کی خدمت میں دوڑتا ہوا حاضر ہوا اور عرض کیا، (اس غیبی خبر پر) میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: بات کیا ہے؟ ان صاحب نے کہا کہ آپ نے فلاں شخص کے بارے میں فرمایا تھا کہ جو کسی جہنمی کو دیکھنا چاہتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے حالانکہ وہ شخص مسلمانوں کی طرف سے بڑی بہادری سے لڑ رہا تھا، میں سمجھا کہ وہ اس حالت میں نہیں مرے گا، لیکن جب وہ زخمی ہوگیا تو جلدی سے مرجانے کی خواہش میں اس نے خودکشی کرلی۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بندہ دوزخیوں جیسے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے (اسی طرح دوسرا بندہ) جنتیوں والے کام کرتا رہتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے، یقیناً (اچھے اور برے) اعمال کا اعتبار خاتمہ پر ہے۔

اس روایت میں جس مجاہد کے جہنمی ہونے کے بارے میں آپ ﷺ نے غیبی خبر ارشاد فرمائی اسکا نام ہے "قُزْمَان" اور اس غیبی خبر کا مشاہدہ کرنے والے صحابیٔ رسول کا نام ہے أَكْثَم بن أبي الجَوْن الخُزاعي رضی اللہ عنہ

دوستو! یقیناً حسن خاتمہ بندہ مومن کے حق میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت بڑی سعادت ہے، یہ سعادت زور بازو سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ جو لوگ اپنی ذات وافعال کو اپنے اللہ کے سپرد کردیتے ہیں، صحیح معنوں میں حقوق اللہ و حقوق العباد ادا کرتے رہنے کی کوشش کرتے ہیں، حسن اخلاق کو اپنا رہبر و راہنما بنالیتے ہیں، تو اللہ کریم اس عاجزی و انکساری اور ایمانداری کا انعام؛ حسنِ انجام کی صورت میں عطا فرماتا ہے پھر اس کے بعد لامتناہی انعامات و اعزازات عطا فرماتا ہے جو کسی حساب و شمار میں نہیں آسکتے اور انجامِ بد اس شخص کا مقدر بن جاتا ہے جو حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی اور حسنِ کردار کی دولت سے محروم رہتا ہے۔

بھائیو! ایک حدیث شریف میں حسنِ خاتمہ کے لیے تین نہایت معمولی کام ارشاد فرمائے گئے ہیں جو خوش نصیب ان باتوں پر عمل کرے گا تو وہ اللہ کی امان میں رہے گا اور اسے قابلِ رشک موت آئے گی۔ سیدنا ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

"تین شخص ایسے ہیں جن کی ضمانت اور ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے لی ہے کہ اگر وہ زندہ رہے تو اللہ کی طرف سے ان کی حاجات کی کفایت ہوگی اور اگر فوت ہوگئے تو جنت میں داخل ہوں گے، جو گھر میں سلام کہہ کر داخل ہوا تو اللہ عزوجل نے اس کا ذمہ لے لیا اور جو مسجد کی طرف گیا تو اس کی ضمانت بھی اللہ پر ہے، اور جو شخص اللہ کے راستے میں نکلے اس کا ضامن بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے۔"

[الادب المفرد: بَابُ فَضْلِ مَنْ دَخَلَ بَيْتَهُ بِسَلَامٍ: رقم 1094]

یعنی دنیاوی واخروی سعادات حاصل کرلے گا کیونکہ ان باتوں میں حقوق اللہ و حقوق العباد کی رعایت پائی جارہی ہے، عباداتِ الٰہی، اعمالِ صالحہ اور حسنِ اَخلاق کے ساتھ ساتھ حسنِ خاتمہ کیلیے یہ دعائے نبوی بھی وردِ زبان فرمالیں تو سونے پہ سہاگہ ہوجائے گا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کثرت سے یہ دعا فرمایا کرتے تھے: «اَللّٰهُمَّ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ، ثَبِّتْ قَلْبِيْ عَلٰى دِيْنِكَ» ترجمہ: اے اللہ اے دلوں کے پھیرنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدم رکھ۔

[الادب المفرد: بَابُ دَعَوَاتِ النَّبِيِّ ﷺ رقم: 683]

اللہ کریم ہمارا جینا و مرنا حضور رسالت مآب ﷺ کی محبت اور آپ کی ہر ہر نسبت کے حیاء میں بسر کرنے کو مقدر فرمائے۔

امین بجاہ النبی الامین ﷺ

سید الشہداء حضرت سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبد المطلب

یومِ شہادت
10 شوال المکرم

سید زین الرضا بخاری

سید الشہداء جناب سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ ارتقائے اسلام کا وہ مؤثر ترین محرک ہیں کہ جنکے وجود نے اسلام کے رعب و دبدبہ میں گراں بہا اضافہ کیا، آپکی بے لوث مساعی اسلام کے وقار کو بلند اور کفر کے غرور کو خاک کرنے میں ممتاز نظر آئیں۔ آپکا وجود اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ اسلام کی سرفرازی کے لیے اللہ تعالیٰ نے جن افراد کا انتخاب فرمایا وہ اپنے اوصافِ حسنہ اور کمالاتِ محیرّہ میں اسقدر مکمل تھے کہ ماقبل و بعد میں انکی نظیر نہیں ملتی۔ آپکا کردار اسلام کے استحکام کیلیے ستون اور تحفظ میں ڈھال کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ عدیم المثال جنگجو، لاجواب شمشیر زن، اور شجاعت و بہادری کا بلند استعارہ تھے۔ غیرت و حمیت آپکے اوصافِ جمیلہ کا اعلیٰ ترین سرمایہ تھی۔ اللہ رب العزت نے آپکے کردارِ عظیم اور خدماتِ جلیلہ کو سراہتے ہوئے باقاعدہ قرآن کی آیت نازل فرمائی:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ
بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ (آل عمران)

اور جو اللہ کی راہ میں شہید کیے گئے ہرگز نہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عمر میں دو سال بڑے تھے۔ خاندانی قرابت اور قریب العمر ہونے کی وجہ سے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاص انس اور بے پناہ میلان تھا۔ اور فطرتاً انتہا درجے کے باعزت اور غیرت مند تھے، خاندانی حرمت پہ ذرہ بھر بھی آنچ گوارا نہ کرتے۔

بعثت کا دوسرا سال تھا کہ ایک دن ابوجہل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلیے نازیبا کلمات بکے اور ایذا پہنچائی۔ بعد ازاں وہ کعبہ کے قریب عمائدینِ قریش کی مجلس میں جا بیٹھا۔ جب یہ ماجرا ہوا تو آپ صحرا نوردی و شکار کیلیے گئے ہوئے تھے، آپکا معمول یہ تھا کہ جب بھی شکار سے واپس آتے تو گھر جانے سے قبل طواف کرتے۔ واپسی پر ابھی حرم شریف نہیں پہنچے تھے کہ عبداللہ بن جدعان کی لونڈی جو اس سارے ماجرے کی عینی شاہدہ تھی، نے اس اذیت ناک واقعے کی خبر دی۔ جسے سنتے ہی آپ ابوجہل کے پاس گئے اور سر پر اس زور سے ضرب لگائی کہ اسکا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا، فرمایا: "میرا دین وہی ہے جو میرے بھتیجے کا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں، اگر تم سچے ہو تو مجھے مسلمان ہونے سے روک کر دکھاؤ" آنجناب کے یہ الفاظ مثلِ پیکان قلب و روح میں پیوست ہوگئے اور ابوجہل کو اتنی تکلیف اپنے سر پھٹنے کی نہ ہوئی تھی جتنی انکے لبوں سے بکھرنے والی ایمانی مہک آمیز پتیوں سے ہوئی۔

یہ وہ دور تھا کہ جب سرفروشانِ اسلام پر ایذاء رسانیوں اور تکالیف دہی کا بازار گرم رکھا جاتا تھا اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر چھپ کر تعلیمِ دین حاصل کر رہے تھے، مگر جب آپ اسلام لائے تو انھیں بے پناہ حوصلہ اور تقویت ملی جسکے بعد حالات بہتری کی جانب گامزن ہونے لگے۔

سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کے گراں بہا امتیازات و اعزازات میں ایک طرۂ افتخار یہ

بھی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے لشکرِ اسلام کا پہلا عَلم آپ ہی کے لیے باندھا، یہ اس بات کی بیّن دلیل تھی کہ اسوقت رسول اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ دلیر اور فنِ سپہ گری میں ماہر آپ ہی تھے۔ رمضان المبارک 1 ہجری میں 30 سواروں پر مشتمل لشکر کی قیادت فرمائی، کشت و خوں کی نوبت تو نہیں آئی مگر اسے "سَرِیَّۂ حمزہ" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں غزوۂ قَیْنُقاع اور عشرِعشیرہ میں بھی شریک ہوئے۔

2 ہجری غزوۂ بدر میں بھی امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا کردار قائدانہ تھا، جنگی مہمات میں آپ مسلمانوں کی رہنمائی فرما رہے تھے، جذبۂ ایمان و غیرت سے یوں سرشار تھے کہ اپنے سر پر شتر مرغ کی کلغی سجائے ہوئے اور دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھامے کفار کو جہنّم رسید کر رہے تھے۔ زبانِ اقدس سے یہ فرماتے جاتے کہ "میں اللہ اور اسکے رسول کا شیر ہوں"۔

15/ شوال 3ھ غزوۂ احد جو کہ اہلِ اسلام کیلیے آزمائشوں پر مبنی انتہائی تکلیف دہ معرکہ تھا، جس میں منافقین کی بھرپور کوشش تھی کہ سپاہیانِ اسلام کو مختلف چالوں میں الجھا کر انکے حوصلے پست کر دیے جائیں اور انہیں جنگی پیش قدمی سے روکا جائے، اس عالمِ کشمکش میں آپکی غیرتِ ایمانی سے بھرپور ولولہ انگیز تقریر اسقدر موثر ثابت ہوئی کہ نا صرف نوجوان بلکہ بچے بھی راہِ خدا میں نذرانۂ جاں پیش کرنے کو بیقرار تھے۔

گزشتہ معرکہ بدر میں آپ نے صنادیدِ قریش کو چن چن کر تہِ تیغ کیا تھا، کی وجہ سے وہ لوگ اپنے انتقام کی آگ آنجناب کے خون سے بجھانا چاہتے تھے اور اس کیلیے انکی باقاعدہ تیاری بھی تھی۔ یہ کام جبیر بن مطعم کے وحشی نامی غلام کو سونپا گیا جو ایک چٹان کے پیچھے گھات میں بیٹھا آپ کا منتظر تھا، موقع پاتے ہی اس نے ایسا زوردار نیزہ مارا کہ جسم کے آر پار ہو گیا۔ اس جنگ میں اگرچہ آپ شہید ہوئے مگر اسکے باوجود آپ نے دشمنوں کے کُشتوں کے پُشتے لگادیے تھے اور تقریباً 31 کافروں کو واصل جہنم فرمایا۔

اُن کے آگے وہ حمزہ کی جانبازیاں
شیرِ غُرّانِ سَطوت پہ لاکھوں سلام

دشمنوں نے نہایت بے دردی کے ساتھ آپکے ناک اور کان جسم سے جدا اور شکمِ اقدس و سینۂ اقدس کو چاک کر دیا تھا۔ اس قیامت خیز منظر کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا دل بے اختیار بھر آیا اور زبانِ رسالت پر یہ کلمات جاری ہوگئے: "آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کہ آپ قرابت داروں کا سب سے زیادہ خیال رکھتے اور نیک کاموں میں پیش پیش رہتے تھے" اور بوقتِ جنازہ جناب رسول اللہ یوں فرما رہے تھے کہ: یَاحَمْزَةُ یَاعَمَّ رَسُوْلِ اللهِ وَأَسَدَ اللهِ وَأَسَدَ رَسُوْلِهٖ، یَاحَمْزَةُ یَافَاعِلَ الْخَیْرَاتِ، یَاحَمْزَةُ یَاکَاشِفَ الْکُرُبَاتِ، یَاحَمْزَةُ یَاذَابًّا عَنْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّی اللهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یعنی اے حمزہ! اے رسول اللہ کے چچا! اللہ اور اس کے رسول کے شیر! اے حمزہ! اے بھلائیوں میں پیش پیش رہنے والے! اے حمزہ! اے رنج و ملال اور پریشانیوں کو دور کرنے والے! اے حمزہ! رسولُ اللہ کے چہرے سے دشمنوں کو دور بھگانے والے!

آپکی شہادت پر تمام صاحبانِ ایمان نے غم و اندوہ کا اظہار کیا، جسکے آثار آج تک کتبِ سیرت میں موجود ہیں۔ شاعرِ دربارِ رسول سیدنا کعب بن مالک یا سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما یوں گویا ہوئے:

بَکَتْ عَیْنِیْ حَقٌّ لَهَا بُکَاهَا وَمَا یَغْنِیْ الْبُکَاءُ وَالْعَوِیْلُ ❶

❶ ترجمہ: میری آنکھ رو رہی ہے اور اس کا رونا سزاوار ہے۔ اگرچہ رونا چلانا کوئی فائدہ نہیں دیتا۔



طورِ سینا

باب 3 محل میں آمد

علامہ منیب اقبال
muneeb78692@gmail.com

فرعون کو مصر پر حکومت کرتے تقریباً ساڑھے تین سو سال بیت گئے.... اس کے حکم پر لڑکے ذبح ہونے لگے.... اور لڑکیاں زندہ چھوڑ دی جانے لگیں.... نو سال تک یہ سلسلہ جاری رہا... ان نو سالوں میں ایک لاکھ دو ہزار بچوں کو ضائع کیا گیا... خدا کا کرنا دیکھیے.... بنی اسرائیل میں جو بوڑھے افراد تھے وہ بھی تیزی سے مرنا شروع ہو گئے.... اب فرعونیوں کو ایک فکر لاحق ہوئی.... انہوں نے سوچا کہ اگر اسی طرح بچوں کو ذبح کیا جاتا رہا تو ایک وقت آئے گا کہ بنی اسرائیل میں مرد کم ہو جائیں گے... ہمارے جتنے بھی کام ہیں وہ تو مرد ہی کرتے ہیں.... ہمیں تو محنت مزدوری کرنا بھی نہیں آتی... ہمارے کام پھر کون کرے گا... سارے درباری ملکر فرعون کے پاس گئے اور کہا.... "بادشاہ سلامت! ہمارے کام بنی اسرئیل کے لوگ کرتے ہیں.... اور آپ انھیں ذبح کیے جا رہے ہیں.... انکے بڑی عمر کے لوگ بھی مرتے جا رہے ہیں.... اگر اسی طرح یہ سلسلہ رہا تو ہمارے کام کون کرے گا؟".... بادشاہ کی سمجھ میں بات آئی.... اب نیا اعلان جاری ہوا.... کہ ایک سال بچوں کو ذبح کیا جائے گا اور ایک سال ذبح نہیں کیا جائے گا... فرعونیوں نے سکھ کا سانس لیا... اور بنی سرائیل نے بھی.... جس سال میں بچوں کو زندہ چھوڑنا تھا اس سال میں حضرت لوحا کے گھر حضرت ہارون علیہ السلام کی ولادت ہوئی.... اور جس سال بچوں نے ذبح ہونا تھا اس سال حضرت لوحا کے ہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت ہوئی.... یہ ذبح کا سال تھا اسی لیے تو تابوت بنا.... حضرت موسیٰ علیہ السلام تابوت میں ڈالے گئے.... اور تابوت دریائے نیل میں بہا دیا گیا۔

اسی دوران فرعون نے آسیہ بنت مزاحم سے شادی کر لی.... انکی کوئی اولاد نہ تھی اس لیے انہوں نے ایک بیٹی گود لی تھی.... یہ بیٹی فرعون کو بہت پیاری تھی.... وہ ہر روز اپنی بیٹی کی من چاہی تین خواہشوں کو پورا کرتا تھا... لیکن یہ بیٹی برص کے مرض میں مبتلاء ہوئی.... فرعون نے بڑے طبیبوں اور جادوگروں سے علاج کیلیے مشورہ کیا.... انھوں نے کہا کہ آپکی بیٹی کا علاج دریا سے ہو گا.... دریا میں فلاں دن فلاں مہینے سورج طلوع ہوتے وقت ایک انسان آپکو ملے گا.... اس کا "لُعاب" (تھوک) آپ اپنی بیٹی کے مرض پر لگائیں گے تو آپکی بیٹی ٹھیک ہو جائے گی... دریائے نیل اسکے محل کے پاس ہی تھا.... فرعون ٹھیک اسی دن سورج طلوع ہونے کے وقت دریائے نیل کے کنارے بیٹھ گیا.... آسیہ بھی اسکے ساتھ تھیں.. اسکی بیٹی اپنی خادمہ کے ساتھ آئی اور ساحلِ سمندر بیٹھ گئی.. اتنے میں انھوں نے دیکھا کہ ایک تابوت سمندر کی موجوں میں بہتا ہوا آیا اور ایک درخت کے قریب آ کر رک گیا، فرعون نے فوراً کہا "اسے میرے پاس لے آؤ"... دیکھتے ہی دیکھتے اس تابوت کو چاروں طرف سے فرعون کے سپاہیوں کی کشتی نے گھیر لیا.... اس تابوت کو باندھا کشتی میں ڈالا اور فرعون کے سامنے رکھ دیا... فرعون نے اس تابوت کو کھولنے کا حکم

دیا.... سپاہیوں نے بہت کوشش کی کہ تابوت کھل جائے لیکن تابوت نہیں کھلا.... فرعون نے کہا نہیں کھلتا تو تابوت کو توڑ دیا جائے.... سپاہیوں نے پھر کوشش کی.... ہر قسم کا طریقہ اپنا لیا لیکن تابوت نہ کھلا نہ ٹوٹا.... سب تجسس میں تھے کہ آخر ایسا کیا ہے اس تابوت میں.... سپاہیوں اور فرعون نے اس تابوت کو چاروں طرف سے گھیرا ہوا تھا.... آسیہ دور بیٹھیں اس سارے ماجرے کو دیکھ رہی تھیں.... مردوں کے رش کی وجہ سے انہیں تابوت صحیح طرح نظر نہیں آرہا لیکن ہلکی ہلکی تابوت کی جھلک دکھائی دے رہی تھی.... دیکھتے ہی دیکھتے آسیہ کو تابوت میں ایک روشنی سی نظر آئی.... یہ روشنی کوئی اور نہ دیکھ سکا.... وہ اٹھیں اور اس تابوت کی طرف جانے لگیں.... ملکہ تھیں.... سپاہیوں نے راستہ دیا.... انھوں نے تابوت کھولنے کی کوشش کی.... انکے ہاتھ لگاتے ہی تابوت فوراً کھل گیا۔ سب کی نظریں تابوت پر جمی ہیں.... ہر کوئی یہ سوچ رہا ہے کہ ایسا کیا ہے اس تابوت میں.... ایک بے چینی کی کیفیت ہے.... تابوت کھلتا ہے.... تابوت کھلتے ہی ہر کوئی ہکّا بکّا رہ جاتا ہے.... اس تابوت کے اندر ایک انتہائی حسین اور خوبصورت بچہ کھیل رہا ہوتا ہے.... اس بچہ کو دیکھتے ہی ہر کوئی اس پر فدا ہو جاتا ہے.... بچہ کو دیکھنے کے بعد فرعون کو یاد آتا ہے کہ یہ وہی بچہ ہے جس سے میری بیٹی کو مرض سے شفاء ملنی ہے.... اس نے اس نورانی بچے کا لُعاب اپنی بیٹی کے مرض کی جگہ پر لگایا تو اسکی بیٹی کا مرض ٹھیک ہو گیا.... بیٹی کو صحت یاب ہوتا دیکھ کر اس بچے کیلیے فرعون کے دل میں ایک نرم گوشہ پیدا ہوا.... لیکن اسے یاد آیا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ ہی وہ بچہ ہو جس نے میری سلطنت کو ختم کرنا ہو.... اس نے فوراً سپاہیوں کو حکم دیا کہ اس بچے کو فوری طور پر ذبح کر دیا جائے.... یہ حکم سنتے ہی سپاہی بچے کی طرف بڑھے لیکن آسیہ سپاہیوں کے سامنے کھڑی ہو گئیں.... فرعون نے کہا "آسیہ یہ آپ کیا کر رہی ہیں؟".... آسیہ نے فرمایا: فرعون! آپ اسی بچے کو ذبح کریں گے جس سے آپکی بیٹی کو شفا ملی!!!.... یہ بچہ وہ ہو سکتا جو مجھے اور میری سلطنت کو تباہ کر دیگا.... جو بچہ آپکی سلطنت کو تباہ کرے وہ تو بنی سرائیل میں پیدا ہو گا اور یہ بچہ ضروری نہیں کہ بنی اسرائیل کا ہی ہو.... یہ تو سمندر سے ملا ہے.... یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی اور ملک سے آیا ہو مصر سے اسکا تعلق ہی نہ ہو.... یہ سن کر فرعون تھوڑی دیر خاموش رہا.... اور آسیہ کی کہی گئی ان باتوں پر غور کرنے لگا.... آسیہ نے جب فرعون کو پگھلتا دیکھا.... تو ایک اور مضبوط بات کہہ ڈالی.... اے فرعون! ہماری بیٹی تو ہے لیکن کوئی بیٹا نہیں.... آپکی اتنی بڑی سلطنت ہے.... آپکے بعد کوئی آپکا ولی وارث تو ہونا چاہیے نا.... تو کیوں نہ ہم اسے اپنا بیٹا بنا لیں.... فرعون کو اب بات سمجھ میں آئی.... ویسے بھی بعض اوقات سمجھداری بیوی کی بات مان لینے میں ہوتی ہے.... فرعون نے ذبح کرنے کا حکم واپس لے لیا.... اور آسیہ نے خوشی سے بچے کو گلے لگایا اور انھیں محل میں لے آئی........

(تفسیر کبیر للرازی)

عزّتِ نفس بڑھاتا ہے سہارا تیرا

محمد طاہر عزیز باروی، ناروے

امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ میں ایک بوڑھا گویا رہا کرتا تھا، عمر 80 سال ہوگئی تو آواز نے ساتھ چھوڑ دیا۔ اب کوئی بھی ان کا گانا نہیں سنتا، گھر میں فقر و فاقے نے ڈیرے ڈال لیے، ایک ایک کرکے گھر کا سارا سامان بِک گیا، آخر تنگ آکر انہوں نے جنت البقیع میں جاکر بے اختیار اللہ کو پکارا۔

”یا اللہ! اب تو تجھے پکارنے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں، مجھے بھوک ہے، میرے گھر والے پریشان ہیں، یا اللہ! اب مجھے کوئی نہیں سنتا! تو تو میری سن!۔۔ تو تو میری سن!۔۔ میں تنگ دست ہوں تیرے سوا میرے حال سے کوئی واقف نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مسجدِ نبوی میں سو رہے تھے کہ ہاتفِ غیبی سے آواز آئی ”اے عمر! اُٹھو۔۔۔! میرا ایک بندہ مجھے بقیع میں پکار رہا ہے، اس کی مدد کو پہنچو۔!

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو ننگے سر، ننگے پیر جنت البقیع کے طرف دوڑے کیا دیکھتے ہیں کہ جھاڑیوں کے پیچھے ایک بزرگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہیں۔ انہوں نے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آتے دیکھا بھاگنے لگے، وہ سمجھے کہ شاید حضرت عمر کوڑا لے کر آرہے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: رکو کہاں جا رہے ہو؟ میں تمھاری مدد کے لیے آیا ہوں۔ انہوں نے پوچھا: آخر آپ کو کس نے بھیجا ہے؟

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس سے لو لگائے بیٹھے ہو مجھے اُسی نے تمھاری مدد کے لیے بھیجا ہے۔

یہ سننا تھا کہ وہ گھٹنوں کے بل گر پڑے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے اور کہنے لگے: یا اللہ! ساری زندگی تیری نافرمانی کی، تجھے بھلائے رکھا اور اب یاد بھی کیا تو روٹی کے لیے اور تو نے اس پر بھی لبیک کہا اور میری مدد کے لیے اپنے اتنے عظیم بندے کو بھیجا۔ اے اللہ! میں تیرا مجرم ہوں، یا اللہ! مجھے معاف کردے، مجھے معاف کردے یہ کہتے ہوئے اُن کی موت واقع ہوگئی۔

حضرت عمر نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی اور اُن کے گھر والوں کے لیے بیت المال سے وظیفہ مقرر فرمایا۔ (حیاۃ الصحابہ)

ہم نے تجھے جانا ہے فقط تیری عطا سے

سورج کے اجالے سے، فضاؤں سے خلا سے
پُرہَول سمندر سے، پُراسرار گھٹا سے

جنگل کی خموشی سے پہاڑوں کی انا سے
چاند اور ستاروں کی چمک اور ضیا سے

برسات سے طوفان سے پانی سے ہوا سے
مٹی کے خزانوں سے، اناجوں سے غذا سے

بجلی کے چمکنے سے کڑکنے کی صدا سے
ہم نے تجھے جانا ہے فقط تیری عطا سے

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

سید صبغت اللہ سہروردی

اگر ہم تاریخ عالم کا مطالعہ کریں تو سرفروشی، جانثاری اور رسولِ اکرم ﷺ کیساتھ غیر مشروط وفاداری کی جو تاریخ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے رقم کی ہے اسکی مثال کہیں نہیں ملتی۔ ان اولوالعزم ہستیوں کی مخلصانہ کاوشیں اگر اسلام کے دامن میں نہ ہوتیں تو شاید اسلام اتنے کروفر سے نہ ابھرتا۔

صحابۂ کرام ایسی مبارک جماعت ہیں جس کے متعلق ارشادِ الٰہی ہوا کہ وہ اللہ سے راضی ہیں اور اللہ اُن سے راضی ہے، یہ وہ مبارک لوگ ہیں جن کے متعلق زبانِ رسالت ﷺ سے ارشاد ہوا کہ میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) ستاروں کی مانند ہیں چنانچہ اِس طرح کی بے شمار روایات ہیں جن سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی رفعتوں اور عظمتوں کا پتہ چلتا ہے۔

یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے سرورِ کونین ﷺ کی پہلی ندا پر لبیک کہا، اپنا گھربار، مال واسباب اور جاہ وحشمت ترک کرکے رسول اللہ ﷺ کی ہم نشینی اور کفش برداری اختیار کرلی۔ تمام غزوات اور جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا، اپنا سارا مال واسباب راہِ جہاد میں لٹادیا، ہمیشہ ہر موقع پر دشمنانِ اسلام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا، زخم کھائے، اپنے ہاتھ پاؤں کٹوائے، اپنے بچے قربان کیے۔ الغرض ہر طرح سے ثابت قدم ومستقل مزاج رہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے فتح مکہ سے قبل اور بعد کے مسلمانوں کے مراتب کا بھی فرق رکھا ہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی پہلی آواز پر لبیک کہنے والوں سب کچھ چھوڑ کے درِ رسول (ﷺ) پر آنے والوں، السابقون الاولون کا لقب پانے اور عشرۂ مبشرہ سے سرفراز ہونے والوں میں سے ایک نمایاں نام سیدنا عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اسلام سے قبل آپ کا نام عبد عمرو تھا۔ آپ نے سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر انہی کے دستِ مبارک پر اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ نے آپ کا نام عبدالرحمٰن رکھا جبکہ کنیت ابو محمد تھی۔ آپ اسلام قبول کرنے والے تیرھویں شخص تھے۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب والد اور والدہ دونوں کی طرف سے رسول اللہ ﷺ سے جاملتا ہے اور آپ رسول اکرم ﷺ کے ہم زلف بھی تھے۔ چونکہ تمام اہلِ عرب پیشے کے لحاظ سے تاجر تھے، اس لیے آپ کے والد ماجد عوف کا بھی تجارت کا وسیع کاروبار تھا اور اکثر اوقات سفر پہ رہتے تھے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے متعلق مفسرین ومؤرخین کا کہنا ہے کہ آپ زمانۂ جاہلیت میں بھی شراب، جھوٹ اور جوئے جیسے قبیح اعمال وافعال سے دور تھے۔ اس لیے آپ شروع سے ہی پاکیزہ نفس تھے

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے ۵ نبوی میں ۱۵ مہاجرین کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی۔ پھر ۱۳ نبوی میں ہجرتِ مدینہ میں بھی پیش پیش تھے، آپ کی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ سے مواخات قائم ہوئی۔

چونکہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ بہت بڑے تاجر تھے اس لیے اپنا تمام تر مال ومتاع مسلمانوں کی اعانت ومدد میں صرف کردیا۔ آپ تمام

غزوات اور جنگوں میں ثابت قدم رہے۔ غزوۂ احد میں آپ نے بڑی جانبازی کا مظاہرہ کیا، آپ کے جسم پر ۲۱ یا ۳۰ زخم تھے۔

۶ ہجری میں آپ نے دومۃ الجندل کی جانب جانے والے ایک سریے کی قیادت کی، جس میں سات سو مجاہدین تھے۔ اس مہم پر روانگی کے وقت آپ کو یہ عظیم شرف حاصل ہوا کہ تاجدارِ کائنات سیدنا محمد مصطفی ﷺ نے خود اپنے دستِ مبارک سے عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے سر پر سیاہ عمامہ باندھا۔ چنانچہ دومۃ الجندل پہنچ کر آپ نے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی، جس سے بے شمار لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوئے یہاں تک کہ بنوکلب کا سردار جو نصرانی مذہب رکھتا تھا وہ بھی مسلمان ہوگیا۔

عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا شمار اُن جید صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ہوتا ہے جو عہدِ نبوی ﷺ میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

اسلام کی خاطر ایثار و سخاوت کا یہ عالم تھا کہ پہلے اپنا آدھا مال صدقہ کیا پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کیے، بعدازیں پانچ سو گھوڑوں کا ساز و سامان پیش کیا جبکہ ہمدردی اور رحم دلی کا یہ عالم تھا کہ ایک روایت کے مطابق آپ نے ۳۰ ہزار غلام آزاد کیے اور شرکائے بدر میں ہر ایک شخص کے لیے ۱۰۰ دینار کی وصیت فرمائی تھی، آپ کا تمام تر مال تجارت سے حاصل شدہ تھا۔

آپ کی عظمت و فضیلت کا یہاں سے اندازہ لگایا جائے کہ ایک سفر میں رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ہی فجر کی نماز ادا فرمائی۔ سرورِ کونین ﷺ نے فرمایا کہ میرے بعد جو شخص میرے گھر والوں کی خبرگیری کرے گا وہ سچا اور نیکوکار ہوگا چنانچہ عمر بھر کے لیے یہ فضیلت بھی حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی کہ آپ ہی امہات المومنین رضی اللہ عنہنّ کی سواریاں تیار فرماتے تھے، انھیں حج کراتے، پردے کا اہتمام کرتے اور پڑاؤ کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب فرماتے جو ہر لحاظ سے محفوظ ہوتی۔

۱۱ / ہجری میں امیر المؤمنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا۔ بعدازیں ۱۳ ہجری میں امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کو امیرِ حج بنا کر بھیجا۔ عہدِ خلافت میں جو مجلسِ شوریٰ قائم ہوئی آپ اس کے فعال رکن تھے۔ ۱۴ ہجری میں جب عراق پر فوج کشی کا مسئلہ درپیش ہوا تو بیشتر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس بات پر مُصر تھے کہ خلیفۂ وقت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ خود سپہ سالار کی حیثیت سے لشکر کے ساتھ چلیں لیکن عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے بڑھ چڑھ کر اس بات کی مخالفت کی اور فرمایا کہ اگر لشکر کو شکست ہوئی تو یہ لشکر کی شکست ہوگی لیکن اگر مسلمانوں کے امیر المؤمنین کو شکست ہوئی تو یہ پورے مسلمانوں کی شکست کے مترادف ہوگی، چنانچہ آپ کے مشورے پر عمل کیا گیا اور بعد میں سب کو آپ کی فہم و فراست کا اندازہ بھی ہوگیا۔ اسی طرح جنگ یرموک کے موقع پر بھی آپ کے مشورے پر عمل کیا گیا۔

آپ بہت خوش اخلاق اور متحمل مزاج تھے ہر ایک کے ساتھ متانت و شائستگی کے ساتھ پیش آتے تھے جبکہ تقویٰ و طہارت اور عبادت میں بھی آپ کا اپنا ایک الگ مقام تھا۔

الغرض آپ ہر طرح سے انتہائی بلند مقام و مرتبے کے مالک تھے اور آپ کے فضائل و مناقب اتنے زیادہ ہیں کہ کسی ایک جگہ بیان کرنا محال ہے، آپ نے ۳۱ یا ۳۲ ہجری میں ۷۲ یا ۷۸ برس کی عمر میں انتقال فرمایا اور حضرت عثمان غنی یا حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے۔

والدین کے لئے دنیاو آخرت کی کامیابی...دینی و عصری علوم کا حسین امتزاج

نورِ حمزہ اسلامک اسکول و کالج

ماحول کی آلودگی میں پاکیزگی کا سفر

مڈل پاس ہونہار طلباء کیلیے مکمل درس نظامی (عالم کورس) + کامرس گریجویشن

ہاسٹل کی سہولت کے ساتھ محدود نشستوں پر داخلے جاری ہیں

مزید معلومات کیلیے رابطہ کیجیے 0333-3136303

نورِ حمزہ اسلامک اسکول و کالج سیکٹر X-7 گلشن معمار کراچی





